رمضان

اور

اُسکے تقاضے

ازمولانا سید ابوالحسن علی ندوی

(مفتی) الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ (مظفرنگر)

اس مجموعہ میں !

" رمضان اور اس کے تقاضوں " کے موضوع پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تین تقریریں شامل ہیں یہ تقریریں حضرت مولانا نے سہارنپور میں حضرت اقدس مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث مدظلہٗ العالی کی خدمت گرامی میں رمضان مبارک گذارنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے کی تھی - پہلی تقریر شعبان ۹۴ھ میں کی گئی تھی اسے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلم بند کیا گیا - اور خفیف سی ترمیمات کے بعد شائع کی جارہی ہے دوسری اور تیسری تقریر ۱۳۹۲ھ میں کی تھی - اسے مولوی الیاس ابن بندہ الٰہی گجراتی نے قلم بند کیا - مولوی صاحب موصوف کے شکریہ کے ساتھ شائع کی جارہی ہے "

" ناشر "

بعد خطبۂ مسنونہ !

میرے بزرگو ! اور دوستو ! سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور اس کا شکر ہے اور نہایت درجہ قابل مبارک باد بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ مبارک وقت رمضان مبارک کا نصیب فرمایا - اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ جس طرح اس وقت تک رمضان مبارک کا مشتاق اور منتظر بنایا ہے اسی طرح اس کی نعمتیں اور برکتیں بھی نصیب فرمائے گا - اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رمضان کے استقبال کرنے کے لئے ہمیں اور آپ کو زندہ رکھا اور ایمان کے ساتھ اور صحت کے ساتھ - اور امن وعافیت کے ساتھ اس وقت تک باقی رکھا ہے اسمیں ہماری آپکی کوششوں اور خواہشات کو کوئی دخل نہیں محض اللہ کا فضل ہے اور نہ اس میں ہماری کسی قابلیت اور کسی محنت اور مجاہدہ کا دخل ہے -

بہت سے ایسے بھائی جو ہم سے بدرجہا زیادہ افضل تھے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا مرتبہ ہم سے کہیں زیادہ اونچا ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے

اپنے جوارِ رحمت میں بلالیا - اگر سارے عالمِ اسلام کی فہرست بنائی جائے تو ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگی - اور اگر صرف اس ملک ہندوستان کی فہرست بنائی جائے تو بھی ہزاروں سے متجاوز ہوگی - اور اگر ہمارے حلقۂ تعارف اور حلقۂ احباب کی فہرست بنائی جائے تو اس کی تعداد بھی درجنوں سے زیادہ ہوگی - اللہ تعالیٰ کا اس بات پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے اور شکر کا حق ادا نہیں ہوسکتا کہ ہماری کوئی خصوصیت نہ تھی ہمارے اندر کوئی کمال نہ تھا - اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتِ بے بہا عطا فرمانے کے لئے اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے ہم کو اس وقت تک زندہ رکھا ہے - جب اس وقت زندہ رکھا ہے تو جو دن باقی ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھنی چاہیئے کہ یہ ماہ ہم کو نصیب ہوگا -

صرف یہی نہیں کہ یہ مہینہ ہماری عمر میں ایک مرتبہ پھر آگیا بلکہ ہم میں سے اکثر احباب جو اس وقت موجود ہیں کم سے کم ان کو اللہ تعالیٰ نے . . . . توفیق بھی عطا فرمائی اور توفیق کے معنی یہی ہیں کہ کسی چیز کا حصول جن چیزوں یا جن شرطوں پر موقوف ہوتا ہے - وہ

شرطیں پوری ہوں یعنی صحت ہو - اور عافیت ہو - اور جو اس کے لوازم اور اس کی شرائط ہیں وہ سب کے سب الحمدللہ ہمارے اندر پائے جاتے ہیں - نعمت بر نعمت اور احسان بالائے احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو زندہ رکھا - اور پھر ہمارے اندر اس کی استعداد بھی رکھی ہے ہم میں سے اکثر وہ لوگ ہیں کہ روزہ رکھنے کی ان کے اندر طاقت ہے اور وہ کسی ایسے مرض میں یا ایسے سفر میں مشغول نہیں ہیں جو روزہ سے مانع ہے - پھر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مقبول بندہ کو جس کا رمضان بزرگانِ سلف کے رمضان کی اکابر کے رمضان کی یاد تازہ کرتا ہے اور جس کی ہمت اللہ کے فضل وکرم سے عام طور پر دین کے تمام شعبوں میں لیکن خصوصیت کے ساتھ دین کے اس اہم، اور باعظمت شعبے صوم یعنی صوم رمضان میں بہت بلند ہے اس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے دوسرے بندوں کی ہمت بڑھانے کے لئے اور ان کو زیادہ سے زیادہ اس نعمت کو اس دولت کو لوٹنے کے لئے اپنے دیارِ مقدس سے یہاں بھیج دیا ہے تاکہ ہم اور آپ سب ان کے یہاں کے قیام سے رمضان مبارک کے

اعمال سے رمضان المبارک کی دعاؤں سے اور اس کی برکات سے فائدہ اٹھائیں۔

یہ سب احسانات ایسے ہیں کہ ہم اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے اب اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے تو کوئی کمی نہیں، اور رمضان مبارک بھی بالکل سر پر آگئے ہیں قَدْ اَظَلَّکُمْ شَهْرُ رَمَضَانُ جیسے حدیث میں آتا ہے کہ رمضان بالکل سر پر آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ یہ دو چار دن بھی عافیت کے ساتھ گذر جائیں گے اور ہم بظاہر اس وقت تک تندرست ہیں کوئی ایسا مرض ہم کو لاحق نہیں ہے جو روزہ سے شرعاً اور طبعاً مانع ہو۔ اور پھر اس کی توفیق بھی شامل حال ہے۔ کہ جو حضرات یہاں نہیں تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے یہاں پہونچا دیا۔ اور بہت سے بھائی ایسے ہیں جو رخت سفر باندھ چکے ہیں اور بعض روانہ ہونے والے ہیں بعض رمضان مبارک کے زمانہ میں پہونچیں گے۔ اب اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے تو اس احسان میں کوئی کمی نہیں رہی رمضان کا مہینہ اپنی پوری برکتوں کے ساتھ آگیا ہے۔ جن کا قرآن و حدیث میں تذکرہ ہے

اور جس میں ہمارے معاصی اور ہماری کوتاہی ہماری ناقدری کی وجہ سے کوئی کمی نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی نعمت کی قدر کرنے میں کمی کرے تو خود اس میں اس چیز کی کمی ہو جاتی ہے۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جس نعمت کی ہم نے قدر نہیں کی وہ نعمت اٹھالی گئی۔ اور جس نعمت کا استعمال صحیح نہیں ہوا یا اس کا کوئی بدل لوگوں نے اپنی طرف سے بنالیا تو اللہ تعالیٰ وہ چیز واپس لے لیتا ہے۔

مثلاً ہماری قوت گویائی تھی آواز کی قوت تھی جب سے لاؤڈ اسپیکر وغیرہ ایجاد ہوا اس میں بہت انحطاط آگیا ہے۔ اسی طریقہ سے جب یہ سواریاں نہیں نکلی تھیں تو انسان کے اندر چلنے کی بڑی طاقت تھی ایک ایک آدمی بیس بیس اور تیس تیس کوس چلا کرتا تھا۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بغیر سواریوں کے لوگ پہونچ جایا کرتے تھے۔ لیکن جب سے یہ سواریاں ایجاد ہوئیں اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے چلنے کی طاقت سلب کرلی یا بہت کم کردی اس طریقے سے آپ جس چیز کو بھی دیکھیں۔ جن ملکوں میں گھوڑوں کی قدر نہیں ہے

اونٹوں کی قدر نہیں ہے وہاں ان کی نسل ختم ہوتی جارہی یا ختم ہوگئی ہے۔ ملک عرب کا گھوڑا مشہور تھا۔ ادب اور شاعری میں داخل ہے اور ضرب المثل ہے بلکہ بعض بعض زبانوں میں عرب کے معنی گھوڑے کے ہیں۔ لیکن جو حضرات عرب جا چکے ہیں حج کے موقع پر یا کسی اور موقع پر انہوں نے سفر کیا ہے ان کو معلوم ہے اور وہ شہادت دیں گے کہ گھوڑا گویا ملک عرب سے ناپید ہوگیا۔ اب گھوڑا نہیں نظر آتا۔ اونٹ جو وہاں سواری کا واحد جانور تھا اور اس کو ریگستان کا جہاز کہتے تھے بار برداری اور نقل وحمل کے لئے جس پر سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ اور جس کے متعلق قرآن شریف میں بھی تذکرہ ہے حدیثیں بھی بھری ہوئی ہیں۔ تاریخ اور حالات کی کتابیں بھی اس کے واقعات سے لبریز ہیں اور سارا حج اس پر ہوا کرتا تھا۔ جدہ سے مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ اسی پر جایا کرتے تھے۔ اور مکہ معظمہ ومنی وعرفات اس پر جاتے تھے پھر واپس آتے تھے۔ سارے مناسک اسی پر ادا ہوتے تھے۔ آج ان اونٹوں کا حال یہ ہے کہ آپ کو تبرک کے طور پر یعنی زیارت جیسے ہوتی ہے ویسے آپ کو زیارت ہوگی۔ کچھ بدو اونٹوں پر آپ کو نظر آئیں گے۔ جو عرفات یا منیٰ

جائیں گے۔ اور لوگ اشارہ کریں گے جیسے کوئی تحفہ ہوتا ہے دیکھو وہ اونٹ جارہا ہے۔ جیسا کہتے ہیں شہر میں اونٹ وہ شہر میں اونٹ ہو یا نہ ہو عرب میں اونٹ ہوگیا۔

یعنی عرب میں اونٹ نکلے تو انگلیاں اٹھ جاتی ہیں دیکھئے اونٹ جارہا ہے۔ کیوں اس لئے کہ اونٹ کی قدر نہیں کی۔ موٹریں اور تیز رفتار سواریاں ایجاد ہوگئیں۔ تو اونٹوں کی نسل تقریباً ختم ہوتی جارہی ہیں اور تعجب نہیں کہ کسی زمانے میں اونٹ دیکھنے کو بھی نہ ملے دوا کے لئے بھی نہ ملے۔ تو۔۔۔۔۔ ہماری ناقدریوں کی ایک سزا یہ ہو سکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی دولت سے محروم کر دیتا اور یا رمضان تو رہتا اس لئے کہ وہ بہر حال ہجری سال کا ایک مہینہ ہے۔ لیکن اس کی وہ برکتیں ختم ہو جاتیں اس میں عمل کرنے کا وہ ثواب نہ رہتا کہ ایک نیکی کرنے کا ثواب سات سو گنا تک یا اس سے زائد تک ہو۔ یہ ہو جاتا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان مبارک کے ساتھ وہ ساری برکتیں رکھی ہیں وہ ساری روحانیتیں اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہیں جو آج سے تیرہ سو برس پہلے تھیں۔ اور خیر و برکت کے زمانے میں تھیں یعنی لوگ

تو وہ نہیں رہے لیکن رمضان کی برکتیں اور رحمتیں وہی ہیں کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے صاحب کشف وادراک بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ رمضان مبارک میں اب وہ خیر و برکت نہیں ہے، اور رمضان مبارک میں مغفرت کرانے کی اور عِتقٌ مِنَ النَّار کی اب وہ خاصیت نہیں ہے۔ یا رمضان مبارک میں نماز پڑھنے کی اور قرآن شریف کی تلاوت کی اور نیکی اور غم خواری کرنے کی وہ خاصیت نہیں رہی وہ اثر نہیں رہا۔ اور رمضان مبارک میں رحمتِ الٰہی کے وہ جھونکے اب نہیں چلتے جو پہلے آندھی کی طرح چلا کرتے تھے اس کا دعویٰ نہ کوئی فقیہ اور مفتی اور محدّث کر سکتا ہے نہ کوئی صاحبِ کشف وادراک تو اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت اب بھی باقی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا احسان بالائے احسان ہے نعمت پر نعمت ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس وقت تک زندہ رکھا اور یہ رمضان مبارک ہم کو نصیب ہوا تاکہ دونوں ہاتھوں سے ہم اس کی دولت لوٹیں اور خاص طور پر ہمارے ان بزرگوں اور بھائیوں کا یہ گروہ بڑا خوش قسمت ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دین سے تعلق نصیب فرمایا کسی ذریعہ سے تبلیغ کے ذریعے یا اپنے بندوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے

کے ذریعہ سے کسی سلسلہ میں داخل ہونے کے ذریعہ سے مدرسہ میں تعلیم پانے اور یہاں سے فارغ ہونے کے ذریعہ سے اور کچھ نہیں تو کم سے کم اطلاع اور واقفیت کے ذریعہ سے اور اطلاع اور واقفیت ہمیشہ کافی نہیں ہوا کرتی ہم اور آپ دیکھتے ہیں اخباروں میں ہر طرح کی چیزیں چھپتی ہیں پوسٹر لگائے جاتے ہیں ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے اعلان ہوتا ہے لیکن یہ نہیں ہوتا کہ جو سنے وہ پہونچ جائے بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کئی کئی بار سننے والے تو نہیں پہونچتے ایک بار سننے والا یا بالواسطہ سننے والے پہونچ جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ حدیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وداع کے خطبہ میں ہے۔

ب مبلغ اوعیٰ من سامعٍ ایسا بہت ہوتا ہے ایسا بہت ممکن ہے کہ جس کو بات پہونچائی جائے وہ اس سے زیادہ قدر کرنے والا اور یاد رکھنے والا ہو جس نے اس کو اپنے کانوں سے سنا ہے ہم میں سے بہت سے بھائی ایسے ہیں جو کسی نہ کسی ذریعہ سے اس سلسلۂ خیر سے وابستہ ہوگئے اور اس سلسلۂ خیر سے اس کا کسی نہ کسی طرح کا تعلق پیدا ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہاں پہونچا دیا اپنے شوق سے پہونچ گئے کسی ترغیب سے

پہونچ گئے۔ کسی روحانی تعلق سے پہونچ گئے۔ کسی دوست کی دوستی میں پہونچ گئے محبت میں پہونچ گئے، عقیدت میں پہونچ گئے۔ بہرحال پہونچ گئے اور پہونچ رہے ہیں اور پہونچتے رہیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا شکر ہے اور میرے لئے بھی بہت بڑی سعادت ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت اور احسان ہے کہ اس رمضان مبارک کی آمد سے پہلے اس کے داخل ہو جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موقع دیا۔ اور اس رمضان کے سلسلہ کی رمضان سے متعلق ہم ایک بات سن رہے ہیں کہنے والے کے لئے بھی سعادت اور سننے والوں کے لئے بھی سعادت۔

بھائیو! اللہ تبارک تعالیٰ کو جب کسی کو کسی خیر سے نفع پہونچانا ہوتا ہے تو اس سے پہلے کوئی نہ کوئی بہانہ ایسا کر دیا کرتا ہے کوئی پہلے سے ایسا کہنے والا سنانے والا دکھانے والا متوجہ کرنے والا پیدا ہو جاتا ہے نہ اس کا کمال اور نہ ان لوگوں کا کمال۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ پہلے سے کوئی بات کان میں ڈال دیتا ہے کیا تعجب ہے کہ بہت سے بھائی یا اگر چند بھائی بھی ایسے ہیں جو اس گزارش سے اور جو کچھ اس وقت عرض کیا جا رہا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور ان کی ہمت بلند ہو جائے

اور اس مہمان عزیز کی قدر کریں جو چل چکا ہے روانہ ہو چکا ہے اور اب پہونچنے والا ہے تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

میرے بھائیو! اس کو تو وثوق اور جذب کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس گروہ میں ایسا تو کوئی نہیں ہوگا جو رمضان کے مقاصد کے خلاف کوئی جنگ کرے یا بغاوت کرے یا جان بوجھ کر رمضان مبارک کے فائدہ کو ضائع کرے یا رمضان مبارک کے موضوع سے یا رمضان مبارک کے مقاصد سے اس کو اتفاق نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا ہوتا تو اس کو یہاں آنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ کوئی مجبوری نہیں تھی کہ وہ صاحب یہاں تشریف لائیں۔ یہاں تو وہی سب لوگ ہیں جو رمضان مبارک کی قدر پہچانتے ہیں رمضان مبارک کا شوق رکھتے ہیں اور رمضان مبارک کے شوق میں اپنے گھر کا آرام چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ یہاں بھی آرام کے بہت انتظامات ہونگے اور بڑے اونچے پیمانہ پر انتظامات ہوں گے مجھے الحمدللہ یہاں کئی بار حاضری کا اتفاق ہو چکا ہے۔ لیکن بہرحال ایک گھر کا آرام ہوتا ہے گھر کی سہولت ہوتی ہے آدمی اپنی مرضی کا کھانا کھاتا ہے اپنی مرضی کا افطار کرتا ہے اپنی مرضی کے مطابق

سوتا ہے اپنی مرضی کے مطابق جاگتا ہے اپنے معمولات بھی اپنی مرضی کے مطابق ادا کرتا ہے۔ یہاں ایک اجتماعی نظام ہوتا ہے۔ اس میں جہاں بہت سی باتوں کی سہولت ہے وہاں بعض باتوں کی دقت بھی ہے جو لوگ گھر بار کے سب آرام کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں انسے یقیناً اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ وہ رمضان کے خلاف کوئی سازش کریں گے یا رمضان مبارک ضائع کریں گے یا وہ کمر باندھ کر آئے ہیں۔ ان کو خدانخواستہ کوئی ضد ہے یہ تو کسی مسلمان کا شیوہ نہیں۔ مسلمان سے اس کی امید نہیں کی جاسکتی۔ چہ جائیکہ آپ حضرات جن کو پہلے سے اللہ تعالیٰ نے دین کا ذوق عطا فرمایا ہے اور اپنے خاص بندوں سے تعلق بخشتا ہے۔ اندیشہ جس کا ہے وہ تین باتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ بعض مرتبہ آدمی ایسا کرتا ہے کہ کسی مقصد کے حصول کے لئے کسی منزل پر پہونچنے کے لئے تو بہت اہتمام کرتا ہے ناشتہ تیار کرنا، اور سامان باندھنا وغیرہ، مثلاً حج ہی کو لے لیجئے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ حج سے پہلے پہلے تو بہت اہتمام کریں گے۔ سارا گاؤں یا سارا محلہ سر پر اٹھالیں گے دھوم مچ جائے گی کہ فلاں

صاحب حج کو جا رہے ہیں دکان دکان کھڑے ہیں۔ یہاں سے کسی نے بتا دیا ہے کہ وہاں پر فلاں چیز کی ضرورت ہوگی تو وہ خریدنے کے لئے کھڑے ہیں کہیں سے لوٹا خرید رہے ہیں کہیں سے ٹارچ خرید رہے ہیں کہیں سے سوئی دھاگہ خرید رہے ہیں کہیں سے حج کی کتابیں خرید رہے ہیں۔ حج سے پہلے پہلے بڑا اہتمام بھائی ہم حج کو جا رہے ہیں مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ اور سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ دن رات حج کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد اب بمبئی پہونچے۔ بمبئی میں بھی بہت اہتمام، تجربہ کار لوگوں سے پوچھتے ہیں بھائی تم حج کر چکے ہو یہ بتاؤ، وہاں کس کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے ایسا نہ ہو وہاں کسی چیز کی ضرورت ہو۔ اور مجھے میسر نہ آئے۔ اور یہاں سے بھی سب سے رخصت ہوتے ہیں سب سے گلے ملتے ہیں لوگ اسٹیشن پہونچانے جاتے ہیں۔ ہار پھول ان کو پہناتے ہیں نعرے لگاتے ہیں اور شربت پانی سے تواضع کرتے ہیں اور جہاں بمبئی پہونچے جو دو چار اعزہ ہوئے وہ بھی رخصت کرنے آتے۔

غرض حج سے پہلے پہلے بڑا اہتمام لیکن جب وہاں پہونچ گئے

مکہ معظمہ اللہ نے پہونچا دیا تو اب اہتمام کی طرف سے طبیعت فارغ ہو جاتی ہے یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ جب وہ کسی چیز کا پہلے سے اہتمام کر لیتا ہے تو اُس کے بعد بہت کچھ اس سے ہلکا ہو جاتا ہے اور اس کو ایک اطمینان سا ہو جاتا ہے کہ میں اتنے اہتمام سے آیا ہوں۔ بھائی آپ اتنے اہتمام سے آئے ہیں اس اہتمام کا اصل وقت تو اب آیا ہے۔ یہ تو سب مقدمۃ الجیش تھا تمہید تھی کہ بھائی حج کو جا رہے ہیں لیکن اصل اہتمام تو مکہ معظمہ پہونچنے کے بعد یا احرام باندھنے کے بعد ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اکثر حاجیوں کو وہاں دیکھیں گے کہ لمبی تان کر سوتے ہیں اس لئے کہ اہتمام کا جو کوٹہ تھا وہ پورا ہو چکا ہے گویا اہتمام کا بھی ایک کوٹہ ہے اس کی ایک مقدار ہے وہ اگر پہلے پوری ہو جائے تو بعد میں ضرورت نہیں حج سے پہلے پہلے بھی بہت ہنگامہ بہت ہنگامہ۔ بھئی! حج میں کیا کرتے ہیں۔ حج میں کیا ہوتا ہے۔ ذرا بتایئے سکھایئے۔ اور پہلا طواف بھی خوب کر لیا معلم کے ساتھ ہر جگہ کی دعا، رکن یمانی پر پہونچے تو وہاں دعا۔ حجر اسود پر پہونچے تو وہاں دعا۔ ملتزم پر پہونچے تو وہاں گریہ و بکا۔ لیکن جب حج شروع ہو گیا

تو اب جیسے معلوم ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کتنے دن کی نیند باقی تھی وہ نیند پوری ہو رہی ہے اب سو رہے ہیں اور اب چستی اور مستعدی اور وہ ذوق وشوق معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طریقے سے اور بہت سی مثالیں ہیں۔ ایک طالب علم ہے جو امتحان سے پہلے پہلے تو بہت تیاری بہت تیاری اور جاگ رہا یہ کر رہا۔ امتحان شروع ہونے کے دن جب بالکل قریب آگئے تو اب آرام کر رہا ہے۔ اور اب کتاب بالکل نہیں دیکھتا۔ اور جب امتحان شروع ہو گیا تو امتحان کا کوئی اہتمام نہیں بلکہ بعض بعض طالب علم ایسے ہیں کہ بہت جاگتے ہیں اور بہت پڑھتے ہیں لیکن امتحان کی پہلی تاریخ کو جب پہلا پرچہ ہوتا ہے اس میں غائب ہو جاتے ہیں یہ انسان کی ایک کمزوری ہے۔ کہ جب وہ کسی خانہ میں کسی شعبہ میں اپنے ذوق وشوق اور اہتمام کو خرچ کر لیتا ہے تو دوسری جگہ کا حصّہ بھی اس میں خرچ ہو جاتا ہے گویا اب وہ فارغ ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ گھر والوں سے رخصت ہوئے اور اپنے اپنے تمام کاموں کا انتظام کیا۔ اور ہر ایک چیز کا بندوبست کیا کہ ہم سہارن پور جا رہے ہیں۔ سہارن پور جا رہے ہیں۔ اب مہینہ بھر ہم سے کوئی بات نہ کرے اور مہینہ بھر ہمیں

کوئی خط نہ لکھے اب تو حضرت کے یہاں جا رہے ہیں وہاں رمضان کریں گے۔ جب یہاں آگئے اور جگہ بھی مل گئی اور معلوم ہوا کہ یہ جگہ ہے اور آج چاند ہوگیا خدا کے فضل سے کل سے رمضان شروع اب ایک طرح کا اطمینان ہوگیا۔ آسودگی ہوگئی اب اس کے بعد گویا یہاں پہونچنا ہی کافی تھا۔ اور یہاں پہونچے تو سب کچھ ہوگیا۔ یہاں پہونچنا بے شک بڑی خوش قسمتی کی بات تھی اور بڑی توفیق تھی۔ لیکن یہاں کا پہونچنا تو مقصود نہیں تھا اگر کہیں کا پہونچنا مقصود ہوتا تو مکہ معظمہ کا پہونچنا مقصود ہوتا کہ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِنًا۔ جس نے وہاں قدم رکھے امن سے ہوگیا۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔ تو اگر کہیں کا پہونچنا مقصود ہوتا تو وہاں کا پہونچنا مقصود تھا۔ لیکن وہاں کا پہونچنا بھی کافی نہیں اب عمل شروع ہو لہے عمل ختم نہیں ہوا ایک تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اہتمام میں کمی ہوجائے اور یہاں غفلت ہوجائے۔

میں آپ حضرات کی توجہ ادہر دلانا چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو بلکہ جب رمضان شریف شروع ہوجائے اس وقت سے آپ کی مستعدی اور

بڑھے اور بڑھتی ہی چلی جائے۔ یہانتک کہ عشرۂ اخیرہ میں وہ حالت ہو جو حدیث میں آتی ہے کہ جب عشرۂ اخیرہ ہوتا تھا تو آپؐ کمر کس لیتے تھے اور اجود بالخیر من ریح المرسلہ۔ فیاضی میں، غم خواری میں، اور تلاوت اور روزہ کے اعمال میں آپ تیز آندھی سے بھی زیادہ تیز ہوتے تھے یہ بات نہ ہو کہ آپ یہاں تو بہت اہتمام سے آئے لیکن رمضان شروع ہونے کے بعد اس بابرکت ماحول میں، اور اس بابرکت شامیانے کے نیچے آنے کے بعد جیسا کہ بعض لوگ ہوتے ہیں کہ جلسہ میں تو بہت دور سے آئے لیکن جلسہ میں آنے کے بعد سوگئے۔ اب تقریر ہورہی ہے وعظ ہو رہا ہے اور وہ سو رہے ہیں یہ نہیں چاہیئے۔

دوسرا اندیشہ جس بات کا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی عادات عبادات پر غالب نہ ہوجائیں یعنی وہ عادتیں جو عمر بھر کی تھیں وہ یہاں بھی اپنا اثر کریں۔ مثلاً یہ کہ بولنے کی عادت ہے تو یہاں بھی بول رہے ہیں۔ غیبت کرنے کی عادت ہے تو یہاں بھی غیبت کر رہے ہیں اور اگر فضول باتیں کرنے کی عادت ہے زیادہ سونے کی عادت ہے غصہ کرنے کی عادت ہے تو یہاں بھی وہ سب چیزیں موجود ہیں رمضان آنے کے

بعد بھی بہت سی خراب عادتیں باقی رہتی ہیں حالانکہ شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ حدیث کے شراح نے اس کی بڑی بڑی تشریحات کی ہیں کہ کون سے شیاطین قید کئے جاتے ہیں۔ پھر لوگ اشکال کرتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں بہت سے گناہ ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگوں پر نفس سرکش حملہ کرتا ہے۔ غصہ بھی آجاتا ہے بعض لوگوں کی زبانوں سے سخت الفاظ بھی نکل جاتے ہیں اس کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ اسی طریقہ سے آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ آپ ان عادتوں اور طبیعت کو گھر میں چھوڑ آئے ہیں یہ آپ کی طبیعت کی ساتھ آئی ہیں۔ یہ سائے کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ ہیں یہ آپ کا مزاج بن گئی ہے۔ ہماری زبان میں گپ کرنا تفریحی باتیں کرنا اس کے اوپر یہاں بہت زیادہ پابندیاں عائد ہوتی ہیں اور میرا بھی تجربہ یہ ہے کہ جتنا نقصان رمضان میں اور خانقاہوں میں رہنے والوں کو ذکر کرنے والوں کو باتیں کرنے سے ہوتا ہے اور اس زیادہ بولنے کا جو اثر قلب پر پڑتا ہے وہ واقعی نہ کھانے کا پڑتا ہے اور نہ سونے کا۔

پہلی بات تو آپ کو یاد ہوگی کہ اہتمام میں کمی نہ ہو۔ لہذا طبیعت فارغ نہ ہو جائے بہت سے مسافر ایسے ہوتے ہیں کہ منزل مقصود پر پہونچکر

فارغ ہو جاتے ہیں۔ مدرسہ میں داخل ہوئے اب پڑھنا اور محنت کرنا نہیں۔ داخل ہونے سے پہلے تو بہت اس کی خوشامد اس کی خوشامد امتحان میں داخلہ کی تیاری بھی ہو رہی ہے کہ داخلہ کا امتحان بھی ہوگا جہاں نام لکھ لیا گیا اب حاضری بھی پوری پابندی کے ساتھ نہیں انہماک بھی نہیں اور دوسری بات یہ کہ عادات عبادات پر غالب نہ آجائیں اور تیسری بات یہ ہے کہ اس رمضان مبارک کو آپ اگر یہ سمجھیں یہ مراقبہ ہو جائے یہ مراقبہ پورے طور پر قوی ہو۔ اور یہ استحضار ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد بہت سے رمضان نصیب فرمائے اور فرمائے گا۔ لیکن ان خصوصیتوں کا رمضان شاید پھر کبھی نصیب نہ ہو۔ اگر یہ بات پیش نظر رہی۔ یعنی اگر موقع ہوتا تو یہ چیز ایسی تھی کہ وصلی پر لکھ کر لگا دی جاتی۔ مگر ہم نے تجربہ کیا ہے کہ لوگ شروع میں بہت خیال کرتے ہیں کہ اگر اس بات کی وصلی لگا دی جائے گی تو ہر وقت نظر پڑتی رہے گی۔ مگر ایسا ہوتا نہیں جہاں وصلی لکھ کر لگائی اس پر نظر پڑتی ہی نہیں وہی بات ہے۔ پہلے اہتمام اس کے بعد فراغت اس کے بعد اطمینان۔ وصلی لگانے سے پہلے خیال تھا کہ یہ بات ہر وقت پیش نظر رہی

چاہئے اور لوحِ دل پر نقش ہونی چاہئے اور آنکھوں کے سامنے ہر وقت رہنی چاہئے اور جب وصلی لگی اور تختی لگی اس پر کوئی آیت لکھی ہوئی کوئی حدیث لکھی ہوئی ہے کوئی ہدایت لکھی ہوئی ہے ہم اسے دیکھتے ہی نہیں یہاں تک کہ اگر بعض لوگوں سے پوچھا جائے تو وہ کہدیں گے صاحب کبھی خیال نہیں ہوا تھا - آپ کے کہنے سے خیال پیدا ہوا - بہت دن ہوئے میری نظر اس پر نہیں پڑی - بہت سے لوگ آپ کے سامنے اس کا اعتراف کریں گے کہ سامنے دیوار پر جو وصلی لگی ہوئی ہے - تین مہینہ چار مہینہ سے اس کو غور سے پڑھا نہیں - خیال ہی نہیں آیا - اور سامنے نہ لگی ہوتی اور آویزاں نہ ہوتی تو شاید خیال رہتا لیکن طبیعت میں ایک طرح کا سکون سا ہو گیا کہ لگی تو ہے یہ انسان کی کمزوری ہے کہ جب وہ کوئی چیز کر لیتا ہے - تو اس کو اطمینان ہو جاتا ہے - ہے تو، موجود تو ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں ان کی بڑی تمنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جنت میں جانے کا سامان کرنے کا موقع دیتا تو ہم سے زیادہ کوئی مستحق نہ ہوتا اور دیکھنے والے دیکھتے کہ ہم کیا کرتے - اور والدین موجود اور حدیث کی تصریح موجود - کہ وہ شخص بڑا نامراد ہے ناکام ہے جو اپنے والدین کو

پائے اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت کا مستحق نہ بن جائے - لیکن کتنے آدمی ہیں جن کے والدین زندہ ہیں یا والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے اور توجہ نہیں ہوتی اس لئے کہ گھر کی دولت گھر میں جو چیز ہوتی ہے پھر اس کی قدر نہیں ہوتی - اسی طریقے سے اسی حدیث میں آیا ہے آپنے فرمایا خَابَ وَخَسِرَ وہ شخص ناکام رہے اور نامراد ہو کہ جو رمضان کو پائے اور رمضان کی قدر کر کے جنت میں داخل نہ ہو جائے جنت کا استحقاق نہ پیدا کرے - ہر سال رمضان آتا ہے اور چلا جاتا ہے تو کسی چیز کا وجود تنہا کافی نہیں اس کا علم بھی ہونا چاہئے - جب تک کہ اس کی عظمت کا علم نہ ہو اور اس کا شوق نہ ہو - اس وقت تک اس کا اثر پڑتا ہی نہیں -

ایک بزرگ نے واقعہ سنایا کہ حیدر آباد میں جب میر محبوب علی کا زمانہ تھا تو وہ رات کو پہرہ دیا کرتے تھے جیسا کہ بعض خلفاء کے متعلق ہے خاص طور سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فاروقِ اعظم کے متعلق کہ وہ رات میں گشت کیا کرتے تھے اسی طرح محبوب علی خاں بھی گشت کیا کرتے تھے کہ دیکھیں کیا تذکرے ہو رہے ہیں کیا باتیں ہو رہی ہیں تو وہاں

حیدرآباد میں ایک سواری ہوتی ہے اسے جھٹکہ کہتے ہیں بہت ادنیٰ درجہ کی سواری جیسے یہاں یکہ تھا۔ یکہ تو یہاں اب رہا نہیں۔ تو وہ جھٹکہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک گھوڑا دبلا پتلا مریل سا اس میں چلتا ہوا اور دو، تین آدمی اس میں بیٹھتے تھے۔ میر محبوب علی خان سرکار اپنے اوپر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے ان کا بڑا رعب داب تھا۔ بعد والے نظام کی طرح نہیں بلکہ اس کا بہت رعب تھا وہ ایک مرتبہ جھٹکے میں بیٹھے اور انہوں نے جھٹکہ والے سے باتیں کرنی شروع کیں۔

"کہو بھائی آجکل شہر میں کیا چرچا ہے اس نے کہا صاحب آجکل تو یہ چرچا ہے کہ سرکار نے فلاں عورت اپنے گھر میں ڈال لی ہے۔ یہی چرچا ہو رہا ہے وہ کہتا رہا اور میر محبوب علی خان صاحب واقعہ اطمینان سے سنتے رہے جھٹکہ والا اطمینان سے باتیں کرتا رہا اس کو یا ان کو کہیں بیڑی پینے کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے کہا بھائی ذرا ماچس لاتا جھٹکہ والا ماچس جلا کر جوان کے پاس لے گیا اس لئے کہ بیڑی تو منھ سے لگی ہوئی ہوتی ہے تو ان کا چہرہ دیکھ لیا۔ چہرہ دیکھا تو منھ سے جھاگ نکلنے لگی اور وہ بالکل آپے سے باہر ہو گیا یعنی گھوڑے کو سنبھالنا

اور جھٹکے کو چلانا مشکل ہو گیا تو ان بزرگ نے کہا کہ نئی بات کون سی پیدا ہوئی۔ میر محبوب علی خاں وہی تھے جو آکر بیٹھے وہی تھے جو باتیں کر رہے تھے اور وہی ہیں جو برسوں سے وہاں حکومت کر رہے تھے۔ لیکن وہ شخص ان پر تبصرہ کرتا رہا کوئی اثر نہیں ہوا۔ جیسے ہی معلوم ہوا کہ یہی میر محبوب علی خاں نظام دکن ہیں سرکار یہ ہی ہیں تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور منھ سے جھاگ نکلنے لگے تو ایسے ہی رمضان کا وجود رمضان کا کسی گھر میں موجود ہونا بالکل کافی نہیں۔ یہ مثال تو کچھ بھی نہیں ہے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ لیکن میر محبوب علی خاں کیونکہ اس شہر کے اور اس ملک کے حاکم تھے تو جب اس کو معلوم ہوا کہ یہی میر محبوب علی خاں ہیں اور ان کے چہرہ پر نظر پڑی تو اس کی کیفیت بدل گئی ورنہ وہ بنفس نفیس اپنے پورے جسم اپنے پورے کپڑوں کے ساتھ اپنے پورے القاب اور خطابات کے ساتھ موجود تھے۔ لیکن کوئی اثر نہیں تھا۔ تو رمضان کا موجود ہونا اور آنا اور چلا جانا کافی نہیں۔ اس کی عظمت کا استحضار بھی ہونا چاہئے۔ اس کے چہرے کو پہچاننا چاہئے۔ جب تک آپ رمضان کے چہرے کو نہ پہچانیں گے کچھ بھی

نہیں ۔ رمضان وہی ہے جو .... تیرہ سو برس سے آرہا ہے اور انہی ساری رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ آرہا ہے ۔ جب آپ کو معلوم ہوگا اس کا دن کتنا قیمتی اس کی راتیں کتنی قیمتی اس کا ایک ایک گھنٹہ ایک ایک ساعت ایک ایک منٹ کتنا قیمتی اور اس میں اللہ کے بندوں نے کیا کیا تو آپ پر اثر ہوگا کہ رمضان کیا ہے ۔ پہلا خطرہ تو یہ ہے کہ اہتمام پھر اطمینان دوسرا خطرہ یہ ہے کہ ہماری عادات ہمارے فیصلوں پر اور اس ماحول پر اور یہاں کی جو خصوصیات ہیں ان پر غالب نہ آجائیں اور تیسری بات یہ ہے کہ ہم اس کے وصول کرنے میں وہ مستعدی نہ دکھائیں جو دکھانی چاہیئے ۔ اور بس یہاں کا پہونچ جانا ہی کافی سمجھیں کہ بھئی اللہ والوں کے پاس پڑے ہیں ۔ ایسی عمدہ جگہ پر پڑے ہیں ٹھیک ہے ۔ نہیں ۔ اس میں روزانہ آپ کی مستعدی میں اضافہ ہونا چاہیئے اور اس کی عظمت بڑھنی چاہیئے اور اس کی قدر ہونی چاہیئے ۔ اور آپ یہ سمجھیں کہ یہ رمضان اپنی بہت سی خصوصیات کے لحاظ سے شاید ہمارا آخری رمضان ہو ۔ اللہ تعالیٰ پھر اپنے مقبول بندے کے زیر سایہ اور ان کے جوار میں رمضان نصیب فرمائے

اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے لیکن سمجھنا یہ چاہیئے ۔ جیسے حدیث میں آتا ہے صل صلوٰة مودّع ۔ نماز پڑھ جیسے رخصت کرنے والے کی نماز ہوتی ہے ۔ جو دنیا کو رخصت کرنے والا ہے اور جس نے گویا دوسری سرحد پر قدم رکھدیا ہے ۔ اور پر تول رہا ہے اب دوسرا قدم بھی رکھدے وہ جیسی نماز پڑھ سکتا ہے ویسے نماز پڑھے تو ہمیں بھی ایسا روزہ رکھنا چاہیئے اور ایسا رمضان گذارنا چاہیئے کہ گویا یہ ہمارا آخری رمضان ہے ۔ ہماری زندگی کا کم سے کم ان خصوصیات اور برکات کا آخری رمضان ہے ۔

اور بھائی چوتھی بات یہ ہے کہ اس رمضان میں اپنے اندر کوئی ایسی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو علامت بن جائے جو یہاں کا تحفہ اور سوغات ہو کہ ساری زندگی میں وہ آپ کا ساتھ دے اور جیسے نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم کہ ان کا نور ان کے آگے چلتا ہے ان کے دائیں چلتا ہے ۔ اور ان کے لئے کہا ہے کہ ہم نے ان کے لئے فرقان پیدا کیا یعنی ایک امتیازی شان وہ فرقان ہمارے لئے بھی ہو کہ اگر ہم ذاکر رہیں اگر ہم ہمیشہ ذاکر رہیں

اگر ہم ملازم ہیں۔ اگر ہم کاشتکار ہیں۔ اگر ہم مدرس ہیں اگر ہم معلم ہیں اگر ہم واعظ ہیں مقرر ہیں۔ ہم افسر ہیں ہم ماتحت ہیں ہم امیر ہیں۔ ہم غریب ہیں ہم کسی بھی حالت میں رہیں ہمارے اندر اس رمضان کی برکت رہے اور دیکھنے والے اس بات کی شہادت دیں کہ بھئی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سہارن پور میں رمضان گذارا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی جب خواجہ فریدالدین گنج شکر سے بیعت ہو کر رخصت لیکر چلنے لگے انہوں نے کہا دیکھو اللہ کے بندوں سے ہر حق کے معاملات صاف کر لینا انہیں پہلے سے بھی خیال تھا آنے کے بعد اب اور خیال آیا کہ میں نے فلاں بزاز سے کپڑا لیا تھا کرتے کے لئے پاجامے کے لئے اور اس کے پیسے میں نے ادا نہیں کئے تھے۔ قرض تھا جو کچھ بھی تھا تو عبرت کی بات یہ ہے کہ جب وہاں گئے اور اس سے کہا میاں بزاز ہندو تھا یا مسلمان۔ غالباً یہ ہندو ہی تھا۔ اس وقت یہ کام اکثر ہندو ہی کیا کرتے تھے کہ بھائی اتنے برس ہو گئے تمہارے اتنے پیسے میرے ذمّہ ہیں میرے اوپر واجب ہیں وہ لیلو۔ اس نے ایک مرتبہ سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا اور کہا معلوم ہوتا ہے

تم مسلمانوں کے یہاں سے آرہے ہو یہ لفظ تھے بعینہٖ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں کے یہاں سے آرہے ہو۔ وہ دہلی کے لوگوں کو مسلمان نہ سمجھتا تھا۔ ہوں گے وہاں بڑے بڑے بزرگ ہوں گے لیکن عام حالات ایسے تھے کہ جس کا جو پیسہ جس کے ذمہ ہو وہ سمجھتا تھا کہ میرا مال ہے پھر اس کی ادائیگی کی فکر نہ ہوتی تھی۔ اس نے سوچا کہ یہ نوجوان آدمی صورت سے طالب علم نظر آتا ہے چار چھ برس پہلے کا یا آٹھ دس برس پہلے کا حساب دینے آیا ہے چند پیسوں کا چند آنوں کا۔ اس کو یاد رہا یہ چل کر آیا ہے اس نے پہلے تو ان کو غور سے دیکھا پھر کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے یہاں سے مسلمانوں کی بستی سے آرہے ہیں۔ غالباً اس کے جواب میں حضرت محبوب الٰہی نے کہا ہو گا کہ ہم مسلمانوں کی بستی سے آرہے ہیں ہم خواجہ بزرگ خواجہ فریدالدین گنج شکر کے یہاں سے آرہے ہیں تو رمضان گذارنے کے بعد چاہئے کہ لوگ کہیں اور یہ معلوم ہو کہ آپ نے سہارن پور میں رمضان گذارا ہے ہم کو تمنا رہتی ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ آپ نے تبلیغ میں کوئی چلّہ گذارا ہے۔ ہماری دیانتداری سے ہماری شائستگی سے ہماری رحمدلی سے ہماری انصاف

پردری سے ہمارے ایثار اور قربانی سے ہمارے اپنے آرام کو دوسرے کے آرام کے لئے قربان کرنے سے لوگ یہ کہیں کہ آپ مسلمان ہیں یا آپ کا مسلمانوں کے اچھے گھروں سے تعلق ہے اور اب یہ حالت ہے کہ مسجد سے نکلے اور ہم بدل جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض مرتبہ غیر مسلم ٹوک دیتے ہیں کہ میاں ذرا خیال کیجئے۔ ابھی تو آپ مسجد سے نکلے ہیں یہ واقعہ یہ ہے میں یوں ہی محض فرضی بات نہیں کہہ رہا ہوں ایسا ہوا ہے کہ ایک صاحب مسجد سے باہر نکلے اور باہر نکلتے ہی گالیاں دینی شروع کر دیں اس شخص کو جو مسجد سے باہر کھڑا تھا۔ پھول توڑ رہا تھا یا کچھ اور کر رہا تھا۔

گویا غیر مسلم کے دماغ میں یہ چیز بیٹھی ہوئی ہے کہ مسجد سے ان باتوں کو کوئی مناسبت نہیں جو شخص مسجد میں تھا وہ گویا گالی گلوچ نہیں کرے گا اس کو یہ امید تھی جب اس کی امید کے خلاف اس نے کیا تو اس کو خیال پیدا ہوا کہ ابھی تو آپ مسجد سے خانۂ خدا سے باہر گئے ابھی گالی گلوچ کرنے لگے۔ ایسا ہی جب ہم رمضان گذار کر جائیں تو ہمارے اندر ایک تغیر ہونا چاہیئے غیر مسلم محسوس کریں کہ بھائی مسلمانوں

کا رمضان بڑا انقلابی ہوتا ہے۔ انقلابی مہینہ ہوتا ہے بدل ڈالتا ہے یا جو لوگ ڈرتے تھے کہ میاں نہ معلوم کیا کہہ بیٹھیں کیا گالی دے بیٹھیں وہ رمضان کے بعد اطمینان سے آئیں کہ انہوں نے ۲۹ یا ۳۰ روزے رکھے ہیں لیکن اب بجائے اس کے یہ ہوتا ہے۔ آپ تو خیر یہاں ہوں گے معتکف ہوں گے کہ جو لوگ اپنے گھروں میں رمضان کرتے ہیں پہلے سے ان کے گھر والے چوکنا ہو جاتے ہیں ہوشیار ہو جاتے ہیں کہ اب روزے شروع ہیں۔ اب میاں صاحب سے اب والد صاحب سے اب شوہر سے اب بھائی سے سنبھل کر بات کرنی چاہیئے اس لئے کہ اب روزہ ہے۔

گویا روزہ ایک ڈرنے کے قابل چیز ہو گیا جو بات رمضان سے پہلے نہیں کہی جا سکتی تھی وہ اب کہنے کی جرأت ہو کہ رمضان میں کہنا ابھی نہ کہو۔ ابھی مزاج درست نہیں جب رمضان آئیں گے اور ان کے اخلاق پر اثر پڑے گا اور سختی کے بجائے نرمی پیدا ہو گی اور خدا کا خوف بڑھیگا تو جو بات کہنا ہزار خلاف مزاج ہو کہہ دینا۔ لیکن معاملہ برعکس ہے یعنی کہ رمضان سے لوگ ڈرنے لگے ابھی نہیں ابھی تو

تمباکو کا اثر ہے حقہ پیا کرتے تھے صبح سے نہیں پیا۔ پان کھاتے تھے تمباکو کھاتے تھے صبح سے نہیں کھایا اس لئے ان سے بات نہ کیجئے اگر بات کہی تو اسی وقت اس کا جواب مل گیا کہنے والا ابھی پچھتایا کہ مجھی سے غلطی ہوئی جو میں نے روزہ میں آپ سے کہدیا۔ افطار کے بعد کہنا چاہئے تھا۔ ماشاء اللہ۔ جب اللہ سے تعلق زیادہ ہے جب تو خدا کے بندے ڈریں اور جب تعلق اس طرح کا نہ ہو تو اس وقت اطمینان ہو جائے جب مسجد میں ہو تو آدمی کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ یہ اسوقت خدا سے زیادہ قریب ہے۔ منہ میں روزہ ہو تو آدمی کو اطمینان ہونا چاہئے کہ اس وقت یہ اللہ کی رحمت کے جھولے میں جھول رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر برس رہی ہیں اب تو چاہے ان کو برا بھلا کہو اب جواب نہیں ملے گا۔ لیکن معاملہ الٹا ہے۔

ایسے ہی یہاں سے جب آپ حضرات جائیں تو ہم میں آپ میں نمایاں تغیر ہونا چاہئے اور لوگ محسوس کریں کہ ایک بابرکت زمانہ ایک بابرکت جگہ میں گذار کر آرہے ہیں۔

بھائیو! یہ دو تین باتیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ اس زمانہ

میں قرآن مجید سے اللہ کے ذکر سے تسبیحات سے ایک مستقل تعلق پیدا کرلیں وہ تعلق نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ رمضان میں ساری رات جاگتے ہیں۔ اور رمضان کے بعد پھر ان کی سب چیزیں ترک ہو جاتی ہیں۔ پھر نہ تہجد کی پابندی ہے اور نہ کسی اور چیز کی پابندی یہ رمضان اس کے نہیں آتا کہ آپ کا سال بھر کا کوٹہ پورا کرا دیا کرے یعنی رمضان میں سال بھر کا کوٹہ نکل جایا کرے اس کے بعد پاؤں پھیلا کر سوؤ۔ بالکل چھٹی کچھ کرنا نہیں۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ تمہارے اوپر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کہا۔ لَعَلَّكُمْ تُصَلُّوْنَ نہیں کہا۔ لَعَلَّكُمْ تَصُوْمُوْنَ نہیں کہا۔

یا ایسا کوئی اور لفظ نہیں کہا بلکہ لعلکم تتقون کہا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ تقویٰ ایک مستقل صفت کا نام ہے۔ تقویٰ عبادت کا نام نہیں تقویٰ خوف کا نام نہیں۔ تقویٰ تلاوت یا تسبیح کا نام نہیں

تقویٰ ایک مستقل صفت ہے۔ تقویٰ ایک مزاج ہے تقویٰ ایک ملکہ ہے۔ تقویٰ ایک طبیعت ہے۔ رمضان تو اس لئے آتا ہے کہ ہم کو متقی بنائے اور ہم اس کے بعد نمازی اور کچھ محتاط بھی نہیں بنتے۔

یہ چند باتیں عرض کردی گئیں رمضان شروع ہونے کے بعد دیکھا ہے کہ برابر کچھ کہنے سننے کا معمول رہتا ہے اور وقتاً فوقتاً جمعہ کے دن یا ہفتہ میں کسی خاص دن علماء میں سے کوئی شخصیت آئی ہوئی ہے۔ یا جس کو حضرت شیخ ارشاد فرمائیں وہ کچھ بیان کرتے ہیں اول تو کتابیں پڑھی جاتی ہیں ان میں کیا کم باتیں ہیں اور پھر حضرت تراویح کے بعد تھوڑی دیر کچھ ارشاد فرماتے ہیں یا کبھی عصر کے بعد مغرب سے پہلے کچھ ارشاد فرمائیں۔ یہ سب چیزیں تو ایسی ہیں کہ آپ دوسروں کے لئے سوغات لے جائیں یہ تو آپ کے لئے بالکل کافی ہیں۔ میں تو اس شوق میں کہ شاید اللہ اللہ تعالیٰ ابکے رمضان میں کوئی حصہ سوواں ہزارواں لاکھواں کسی نسبت میں مجھے بھی نصیب فرمائیں اس لئے میں نے یہ جرأت کی ہے کہ آپ کے سامنے بیان کردوں۔ اور پہلی بات پھر کہتا ہوں کہ

انسان کی کمزوری ہے کہ جب وہ کسی چیز کے لئے شروع میں اہتمام کرلیتا ہے تو بیچ میں فارغ ہوجاتا ہے۔ بیچ میں کرلیتا ہے تو آخر میں فارغ ہوجاتا ہے۔ آپ ایسا نہ کریں۔ آپ یہاں آئے اچھا خاصا مجاہدہ کرکے آجکل سفر ہی کون کم مجاہدہ ہے۔ گھر کے کام وہاں کے حالات مطالبات وہاں کی ضروریات وہاں کے تقاضے یہ سب آپ ملتوی کرکے آئے مگر آکر آپ کی طبیعت فارغ نہ ہو ذہن فارغ نہ ہو کہ آگئے بس اب کیا۔ نہیں اہتمام کا وقت اب شروع ہوا ہے۔ اور کچھ ایسی چیزیں اپنے اندر پیدا کرلیں جو سال بھر نہیں عمر بھر کے لئے کافی ہوں اور کچھ ایسے خلاف شرع کام جن میں ہم خدانخواستہ ابھی تک مبتلا تھے ان کے ترک کا یہیں سے فیصلہ کرلیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ رمضان کا استقبال توبہ سے کریں اور اگر یہ بات نہ ہوا اور ذہن کام نہ کرے تو رمضان میں ضرور اپنی کوئی ایسی چیز جو خلاف شرع تھی کسی کا مال ہمارے قبضہ میں تھا ہم کسی کا حق دبائے بیٹھے تھے کسی کی حق تلفی ہو رہی تھی کوئی ہم سے سنت چھوٹ رہی تھی کسی ایک چیز کو دو چیزوں کو منتخب کرکے فیصلہ کرلیں کہ اب رمضان سے واپس جائے اور انشاء اللہ اس

اس بارے میں ہم بہت محتاط رہیں گے - ہم نے فلاں بات فلاں خلاف شرع چیز کے بارے میں فیصلہ کیا کہ اب اس کو ہاتھ نہیں لگائیں گے -

ایک بات میرے ذہن میں نہیں رہی تھی اب کہدوں کہ ہمارے نوجوانوں کے ساتھ ایک بہت بڑی آزمائش لگی ہوئی ہے کہ وہ ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتے - اور کسی ایک ماحول میں پورا وقت انہماک کے ساتھ نہیں گذار سکتے - چلنے پھرنے اور بازار میں جانے کی عادت ہوتی ہے - کچھ نظر کی بھی زیادہ احتیاط نہیں ہوتی ان کے لئے خاص طور پر کہتا ہوں - لیکن میں اپنے کو بھی شامل کرتا ہوں اور آپ کو بھی اور بڑے بوڑھے ادھیڑ سب کو ملاکر کہتا ہوں کہ اوقات کی بڑی حفاظت کریں جیسا کہ یہاں کا رمضان بہت دلانے والا اور بہت کچھ جھولی بھرنے والا ہے اس کے اندر دوسری خاصیت بھی ہے کہ اگر اس کی قدر نہ کی گئی تو اس کا وبال بھی بہت ہے - آپ کو معلوم ہے کہ معصیت کہیں کی جائے تو اس کا ایک وبال ہوتا ہے لیکن مسجد میں کی جائے تو اس سے کہیں زیادہ غیر رمضان میں

کی جائے تو اس کا ایک گناہ ہوتا ہے لیکن رمضان میں اس سے کہیں زیادہ اور حرم کا حال تو یہ ہے کہ وہاں ازراہ معصیت ہر مواخذہ ہوتا ہے - وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالحادٍ اوظلم نذقهٗ عذابٌ اليم -

وہاں ارادۂ معصیت پر مواخذہ ہوتا ہے تو بعض بھائی یہاں پر ایسے آتے ہیں کہ بستر تو ڈال دیا دارِ جدید میں اور اس کے بعد شہر میں پھرنا دوستوں سے ملنا اور بعض مرتبہ تفریح اور تماشہ میں بھی شریک ہوجاتے ہیں - انسان کا قاعدہ ہے کہ جہاں غلط جگہ پر گیا یا بازار میں گیا وہاں نظر اٹھ ہی جاتی ہے بعض مرتبہ آدمی کھڑا رہ جاتا ہے اس سے بہت بچئے اس سے شہر میں بدنامی بھی بہت ہوتی ہے - شہر کے بعض لوگ جو آپ کو غلط جگہ پر دیکھیں یہاں آنے والوں کو پہچان لیتے ہیں - مدرسہ کے طالب علم پہچانے جاتے ہیں کہ صاحب ہم نے انہیں تو وہاں تماشہ دیکھتے ہوئے دیکھا - وہاں ایک مداری کھیل دکھا رہا تھا - اب مداریوں کی قسمیں بہت مختلف ہیں - ایک بہت ترقی یافتہ مداری بھی ہے

میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا۔ اس کا خاص گھر ہوتا ہے۔ وہاں تماشہ دکھایا جاتا ہے یہ بھی مداری کی ایک قسم ہے کوئی مداری تماشہ دکھاتا ہے اور کوئی طالب علم وہاں کھڑے ہوگئے تو لوگ کہیں گے آئے تھے رمضان گذارنے اور وہاں کی فہرست میں نام لکھا ہوا ہے اور گھر میں کہہ آئے کہ حضرت شیخ کے یہاں رمضان گذارنے جا رہے ہیں۔ ہم نے ان کو وہاں دیکھا ہے۔ ایک مداری ڈگڈگی بجا رہا تھا یہ وہاں کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ یا سب سے بڑے مداری کے یہاں ہم نے دیکھ لیا جاتے ہوئے آتے ہوئے یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ بہت ڈرنے کی بات ہے اس سے تو آدمی اپنے گھر ہی رہے تو اچھا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہاں آیا اور اظہار اس کا کیا۔ المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبي زور۔

حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص میں کوئی بات نہ ہو۔ اور اس کا اظہار کرے وہ جھوٹ کی دو چادریں پہنے ہوئے ہے یہ بھی المتشبع بما لم يعط میں داخل ہے کہ اظہار اور اعلان تو اس کا کیا کہ رمضان گذارنے آئے ہیں۔ اور شہر میں ویسے ہی

عوام کی طرح گھومتے پھرتے رہے نہ نظر کی احتیاط نہ زبان کی احتیاط نہ کان کی احتیاط۔ یہ بڑی کمی کی بات ہے۔ اوقات کی حفاظت کیجئے اسی ماحول میں رہئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو احساس عطا فرمائے اس ماحول سے نکلنے میں آپ زمین آسمان کا فرق محسوس کریں گے۔ قدم باہر رکھا تو معلوم ہوا کہ ظلمت کے مسکن میں آگئے۔ اور وہاں قدم رکھا تو ایک نورانی مرکز میں آگئے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ ۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ۔ میرے قابلِ احترام دوستو! بھائیو! اور بزرگو! میرا اس موقع پر کچھ عرض کرنا آپ حضرات کی خدمت میں جبکہ آپ اہل علم اور اہلِ طلب بھی ہیں اور جن کا طلب اور صدق اس سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے اپنے مقامات اور مشاغل کو چھوڑ کر رمضان مبارک کی بہار حاصل کرنے کے لئے اور اسے گذارنے کے لئے خدا کے ایک مقبول بندے کے پاس حاضر ہوئے ہیں ایسے مبارک مجمع میں بغیر کسی تواضع کے عرض کرتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی صاحب بیان کرے اور میں اسے سنتا اور میرے قلب کی کچھ جلا ہو جاتی یہ زیادہ اچھا تھا۔ لیکن میں پھر بھی اپنے بڑوں کے حکم پر بیان کر رہا ہوں ۔ اگرچہ معاملہ بالکل برعکس ہے ۔ سب سے پہلے میں آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ حضرات کو خدا نے یہ توفیق دی اس کا سب سے زیادہ شکریہ ادا کرنا چاہئے ۔ حق تعالیٰ شکر پر بے انتہا دولتوں سے نوازتے ہیں ۔ اور قرآن ان تمام تذکروں سے بھرا ہوا ہے ۔ آپ

حضرات اس بات کو بخوبی جانتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے ۔ اس کے مبارک صفات میں سے ایک صفت اور اسم شکور بھی ہے کہ شکر پر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے نعمتوں کی زیادتی ہوتی ہے اور ناشکری پر سلبِ نعمت کا خطرہ ہوتا ہے ۔ آپ حضرات ایسے مادیت کے دور میں یہاں تشریف لائے ہیں جہاں صرف مادیت ہی مادیت ہے اور جہاں روحانیت کا خاص نام و نشان نہیں ہے ایسے وقت میں یہاں تشریف لے آئے یہ خدا کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت پر زیادہ شکر واجب ہے ۔ ان باتوں سے آپ حضرات ناواقف نہیں ہوں گے لیکن تذکرہ کے لئے یہ بات بیان کر دی ۔ ہمیں لسانی شکر و عمل و قلبی شکر ، اعضاء و جوارح اور ہر بُنِ مُو سے خدا کا شکر بجا لانا چاہئے ۔

اس شکر کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری توجہ درمیان میں آنے والی ہیئتوں کی طرف نہ جائیں ۔ اس لئے کہ جب بڑی نعمت ہوتی ہے تو پھر انسان کا دھیان درمیان میں آنے والی مصیبتوں کی طرف نہیں چنانچہ جب کوئی بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو وہ بادشاہ سے ملنے کی خوشی میں درمیان میں آنے والی مصیبت کی طرف نہیں دیکھتا

اور وہ مصیبت اسے کچھ معلوم نہیں ہوتی - اگر اس سفر میں اس کی کوئی تذلیل کرے جسے وہ برداشت نہیں کرسکتا تھا لیکن وہ اسے بھی برداشت کرلیتا ہے کیونکہ اس کے سامنے منظر ہوتا ہے بادشاہ کے دربار کا - اور بادشاہ سے ملنے کا اور بادشاہ سے مسکرا کر بات کرنے کا -

جب انسان سفر کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سفر کی نالیوں اور گڈھوں اور پہاڑوں کی طرف توجہ نہیں کرتا - اس لئے کہ اسے اصل سفر کی طرف توجہ ہوتی ہے - تو جب خدا نے آپ حضرات کو ایسی مبارک مجلس میں آنے کی توفیق دی کہ جس میں حاضر ہونے والا بھی محروم نہیں رہتا ھم لا یشقی جلیس - صفِ نعال میں بیٹھنے والا بھی خالی نہیں جاتا -

جس طرح رحمت کے جھونکے چلتے ہیں تو اس وقت ایک بادِ بہار کا بھی جھونکا چلتا ہے - ہوشیار رہنا کہ جب رحمت کا جھونکا چلے تو غافل نہ رہنا - بہر حال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس جگہ پر آپ ہیں اگر یہاں آپ سوتے ہوئے بھی گذر جائیں تب بھی رحمت سے خالی نہ ہوں گے تو ایسے وقت اور مبارک موقعہ پر آنے والی ناگواریوں پر آپ حضرات کوئی حرف خطرہ نہ زبان پر اور نہ دل پر لائیں ہمارے پاس

ہے ہی کیا - ؟ گناہوں کے انبار ہیں اب اس نعمتِ عظمیٰ کے وقت نہ آئی ہوئی مصیبت کو دھیان میں لادیں اور نہ بعد میں آنے والی مصیبتوں پر کوئی توجہ کریں - اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری زبان ہر وقت حمد میں لگی ہوئی ہو، اور ہم اپنے ہر عمل، قلب اعضاء وجوارح اور ہر بُنِ منھ سے خدا کا شکر ادا کریں -

ویسے تو یہاں اس سے پہلے حقانی علماء اور ربانی علماء کے بیانات ہوگئے ہوں گے - باقی میں یہ باتیں حاشیہ کے طور پر عرض کررہا ہوں - تو اس نعمت کا شکر اور تقاضا یہ ہے کہ ہم زبان اور قلب اور ہر اعضاء وجوارح اور عمل اور بن منھ سے خدا کا شکر ادا کریں اور اس کے ساتھ ہر فرد تر چیزوں کو خاطر میں نہ لائیں -

اس وقت مجھے ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ خدا کی طرف سے ایک موقعہ اور ایک وقت ایسا دیا جاتا ہے جس کا سایہ طویل ہوتا ہے جس کے سایۂ عاطفت میں رہنے والے ہر باہر کے خطرہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں کچھ گھڑیاں ...... دن میں ایسی ہیں جس کا سایہ پورے دن پر پڑتا ہے ہفتہ میں جمعہ کا دن ایسا مبارک ہے جس کا سایہ پورے ہفتہ پر

پڑتا ہے اور مہینہ میں کچھ دن ایسے ہیں جس کا سایہ پورے مہینہ پر پڑتا ہے اور سال میں رمضان کا مہینہ ایسا ہے جس کا سایہ پورے سال پر پڑتا ہے ۔ اور حج کا سایہ ایسا ہے جو پوری زندگی پر پڑتا ہے ۔ اگر سال کے اور عمر کے اور ہفتہ کے مبارک دنوں کے سایہ میں رہنے والوں میں ... کوئی خطا و لغزش ہو جاتی ہے تو وہ بھی درگذر کر دی جاتی ہے ۔ تو اس شامیائے کے لئے ضروری ہے کہ ایسا مضبوط اور ایسا وسیع ہونا چاہئے جس کا سایہ گھنا ہو ۔ جس پر اگر اولے پڑیں یا اس پر سنگ باری بھی ہو تب بھی اس شامیانہ کے ٹوٹنے کا خطرہ نہ ہو ۔ تو اگر ایسا سایہ آگیا اور ایسی نورانیت آگئی کہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو وہ رفع ہو سکے تو سمجھو کہ یہ رمضان پورے مہینہ کا سرور رہے اور یہ رمضان کا شامیانہ مضبوط ہے ۔ اگر یہ رمضان اچھا ہو جائے گا تو پھر ہر ماہ صلاح و عبادت ہے اور خدا کے حکم کے اتباع کے ساتھ گذرے گا ۔ اس لئے چاہے قابو سے باہر کر دینے والے حالات ہوں یا دین سے ہٹا دینے والی ہو ۔ لیکن اس کے باوجود ہم ہٹنے نہ پائیں ایسا رمضان کا سایۂ عاطفت ہونا چاہئے

اس کے لئے ہمیں رمضان کو اس طرح گذرنا چاہئے کہ یہ ہمارے مزاج کو بدلدے جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ دیکھنے میں یہ چھوٹا کلمہ ہے ۔ اور اگر کہا جائے تو بھی یہ چھوٹا سا کلمہ ہے ورنہ تو قرآن کا چھوٹا کلمہ بھی معجزہ ہے ۔ تو اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رمضان ہے تو تقویٰ ہے اور رمضان گیا تو اب وہ تقویٰ نہیں ، اس کا نام تقویٰ نہیں ہے ۔

تقویٰ مزاج کا نام ہے تقویٰ عبادت کا نام نہیں ہے عبادت اور ہے اور تقویٰ اور ہے ۔ تقویٰ مزاج کا نام ہے انسان عبادت تو کر رہا ہے لیکن معاملات میں اور غصہ کی حالت میں اور دنیاوی حالات میں انسانی عبادت دھری کی دھری رہ جاتی ہے تو اس کا نام تقویٰ نہیں ہے ۔

اس پر ایک قصہ یاد آیا ۔ عالمگیر بادشاہ بڑے بزرگ گذرے ہیں ۔ انہوں نے بڑے بڑے اپنے وقت کے بزرگ دیکھے تھے ان کے پاس ایک صاحب نے آ کر اپنے کی پیر کی بڑی تعریف بیان کی اور ان سے ملاقات و زیارت کی جب درخواست کی ۔ اور مقصد یہ تھا

کہ مرید کا کام ہو جائے اور پیر کا بھی۔ جب بار بار اصرار کیا تو بادشاہ نے ایک بار ان سے ملاقات کا ارادہ کرلیا۔ اور کو توال کو پاس بلا کر اس سے کان میں کچھ کہدیا۔ اب وہ مرید کیا جانے بتا ہی راز و نیاز کو وہ مرید چلا گیا۔ اور اس کے پیر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان پیر صاحب سے کچھ تصوف کے سلسلہ میں سوالات کئے۔ اور پیر صاحب نے اس کے جوابات دینے شروع کئے۔ اسوقت پیر صاحب پر علوم و معارف کھلنے لگے۔ اور انہوں نے "وحدۃ الوجود" اور مختلف موضوع پر بیان شروع کیا۔ بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی مجلس جمی ہوئی تھی عین اس وقت کو توال صاحب نے آکر خبر دی کہ جہاں پناہ! غضب ہو گیا فلاں خاں صاحب کو تور بافو نے پیٹ ڈالا۔ یہ پیر صاحب بھی خانصاحب تھے۔ خاں صاحب کے پٹنے کی خبر سن کر جذبہ میں آگئے اور سارے معارف چھوٹ گئے۔ اور کہنے لگے کون کہتا ہے کہ وہ خانصاحب ہے؟ اگر وہ خان صاحب ہوتے تو تور بافو سے نہ پٹتے۔ تو خان صاحب کے پٹنے کی خبر سن کر پیر صاحب کو اشتعال آگیا جس سے بادشاہ سمجھ گئے کہ علم ہے عبادت ہے لیکن مزاج نہیں ہے۔ تو یہاں بھی پیر صاحب کا مزاج نہ تھا

بلی کو چاہے جتنا سدھایا جائے اور اس کی چاہے جتنی تربیت کی جائے لیکن اگر چوہا سامنے آجائے تو پھر وہ کچھ نہیں دیکھتی اس کا جذبہ تربیت پر غالب آکر رہتا ہے۔ چار پانچ سال کی اس پر کی ہوئی ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ تو رمضان کا بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ اسوقت تو خاموشی بھی ہے اور عبادت اور ذکر و تلاوت، اور ساری اچھائی بھی ہے لیکن جہاں رمضان گیا پھر ویسا ہی پہلا حال ہو گیا۔ جیسا ایک گھوڑے نے ایک مسافر کی چابک کی وجہ سے ایک غیر سعادت چیز سے پرہیز کیا تھا اور ایک بڑا سفر طے کیا؟ اور جب مسافر نے اُتر کر اپنی منزل کی راہ لی۔ اور وہ چا اٹھا تو پھر وہ واپس مڑ کر جہاں سے آیا تھا وہاں واپس لوٹا۔ اس طرح گھوڑے والے کا ڈیوڑھا وقت گذر گیا تو ایسا نہ ہو کہ رمضان گذرنے کے بعد ویسے کے ویسے ہی رہ جائیں۔

حضرت مولانا عبد القادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقویٰ کے معنیٰ "لحاظ" سے کئے۔ ان کا یہ ترجمہ میرے علم کے مطابق سو دو سو سال کے عرصہ کے درمیان میں ایسا ترجمہ نہیں ہوا۔ حضرت مولانا عبد القادر

صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جتنا بہترین اردو زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے ویسا اردو کے علاوہ غیر عربی زبان میں ترجمہ کبھی نہیں ہوا۔ اور بعض بزرگوں نے اس ترجمہ کو الہامی ترجمہ کہا ہے تو انہوں نے تقویٰ کا ترجمہ "لحاظ" کا کیا ہے۔ یہ "لحاظ" وقتی جذبات کو نہیں کہتے بلکہ ہمیشہ خیال کرنے کو کہتے ہیں۔

اگر کسی کو واقعی عظمت ہے کسی کی مثلاً حاکم کی عظمت و سطوت کا خیال ہے یا بیٹے کی بڑائی کا خیال ہے تو اسے بھی "لحاظ" رہے گا ہر وقت اور ہر حالت میں۔ اگر کسی پتھر پر پانی کی بوند مسلسل پڑتی رہے تو اس میں بھی گڑھا ہو جاتا ہے۔ یہ گڑھا ہونا ہی پتھر کا "لحاظ" ہے تو یہ "لحاظ" ہمارے اندر آجائے اس طرح ہمیں اس رمضان المبارک کو گزارنا چاہیے

میں نے ایک بار کسی وقت کہا تھا کہ رمضان چارج ہے یہ چارج شوال اور ذی قعدہ میں نہیں دیتا اس کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ غیر کو چارج دے جب ایک حاکم چاہتا ہے کہ اپنے ماتحت حاکم کو چارج دے تو رمضان بھی یہ چاہتا ہے کہ دوسرے رمضان کے آنے تک اس کا چارج دیا جائے۔ تو یہ رمضان رحمت و برکت، اور

مغفرت کا سایہ اور شامیانہ ہے۔ اور یہ ایسا مضبوط اور وسیع ہونا چاہیئے کہ پورا سال اس کی ماتحتی میں رہیں۔ اس ماہ مبارک میں بڑی بڑی دعائیں قبول ہوں گی۔

اس ماہ مبارک میں جو دعا کی جائے گی اور جو قرآن کی آیات زبان سے نکلیں گی اور جو آنسو خدا کے حضور میں ٹپکیں گے اس کا اثر صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ کے محلہ اور آپ کے اطراف اور پوری دنیا محسوس کرے گی۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ اس ماہ مبارک کا اثر پورے سال رہنا چاہیئے۔ اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہاں کی برکات سے نوازے اور اس کے سایۂ عاطفت میں پورا سال گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں بھی آپ حضرات کی دعاؤں کا محتاج ہوں میرے لئے بھی آپ دعا کریں۔"

بعد خطبۂ مسنونہ اما بعد!

بزرگو اور دوستو! کل جو میں نے آپ حضرات کی خدمت میں بیان کیا تھا وہ ذہن میں ہوگا۔ کل کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ۔ "رمضان کا شکریہ ہے کہ اس کی بڑی قدر دانی کریں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں شکر کی بڑی قدر ہے اور اس کا بڑا مقام ہے۔ اور اس پر یہ آیت تلاوت کی تھی لئن شکرتم لأزیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ شکر لسانی ہوا تو لی ہو۔ اور ہر بُن منھ سے اور بدن کے ہر رونگٹوں سے شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ جو یہاں رمضان گذار رہے ہیں ان کے لئے اس رمضان کی خصوصیت، دوسرے رمضان سے زیادہ زمانی، مکانی وغیرہ ہر حیثیت سے بہت اونچی ہے اس کو کل بیان کیا تھا۔ اور یہ بھی کل کہا تھا کہ صرف طاعات میں لگنا اور معصیت سے بچنا یہ "تقویٰ" نہیں ہے بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ "مزاج" بن جائے۔ روزہ فرض اس لئے کیا گیا ہے تاکہ تمہارے اندر

صفت تقویٰ آجائے لعلکم تتقون کہا لعلکم تعبدون یا لعلکم تصلون یا لعلکم تشکرون یا لعلکم تحجون نہیں کہا بلکہ یہ کہا لعلکم تتقون کہ عبادت میں لگنا یہ کسی مصلحت پسندی یا نفس پرستی کا نہ ہو بلکہ اللہ سے شرم کرنا یہ تمہارا مزاج اور طبیعت بن جائے۔ اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ حضرت مولانا عبد القادر صاحب دہلوی رحمہ نے تتقون کا ترجمہ "مزاج" اور "لحاظ" سے کیا ہے جب کسی چیز کا مزاج بن جاتا ہے تو پھر اس کے خلاف کتنے ہی احوال پیش کیوں نہ آئیں لیکن اس کے کام میں تبدیلی نہیں آتی۔ وہ کام مزاج ہی بن جاتا ہے۔ وہ وہی کیا کرتا ہے جس کا مزاج بنا ہے۔ بعض لوگوں کا مزاج مثلاً حبِ مال کا ہوتا ہے۔ بعض کا مزاج مداہنت کا، اور بعض کا مزاج لالچ کا ہوتا ہے۔ ہر ایک کے مختلف مزاج ہوتے ہیں اسی طرح واقعی ایک مزاج بن جائے۔

رمضان مزاج بنانے کے لئے ہی ہے۔ رمضان تو بنا تُلا ہے کوئی اس میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ اگر سارے عالم کے انسان یہ چاہیں کہ رمضان کو روک لیں تو روک نہیں سکتے وہ تو رویت پر موقوف ہے۔

رمضان میں تو ہمارے بہت سے دوست بہت سی طیبات اور مستحبات میں لگے ہیں اور منہیات سے بچ بھی جاتے ہیں لیکن بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ روزہ تو رکھتے ہیں اور کھانا پینا تو چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن وہ جو منہیات رمضان اور غیر رمضان میں منع ہیں اس سے نہیں رکتے جہاں رمضان رخصت ہوا وہاں طاعات بھی رخصت ہوئی تو رمضان تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ہے یعنی "مزاج" بن جائے، اور "لحاظ" پیدا ہو جائے۔ تو یہ کل کا ہی سبق دہرایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر چیز میں ایک چیز لازم اور ایک چیز متعدی ہوتی ہے۔ طلباء تو ان اصطلاحوں کو اچھی طرح جانتے ہوں گے لازم تو یہ ہے کہ اس کا عمل اسی تک محدود رہ جائے اس سے متجاوز نہ ہو نماز کا لازم یہ ہے کہ نماز میں "کانہ" ہر اک کا منظر ہو۔ احسان کی صفت نماز کے اندر پیدا ہو جائے۔ اگر یہ خدا کو نہ دیکھے تو خدا اسے دیکھ رہا ہے یہ خیال دل میں پیدا ہو جائے۔ یہ نماز لازمی ہے اور ایک نماز متعدی بھی ہے اور وہ کس طرح ؟ دو طرح سے نماز متعدی ہے ایک نماز پڑھانے والے کے اعتبار سے متعدی ہے اور دوسرے

کے لحاظ سے بھی نماز متعدی ہے۔ نماز پڑھنے والے کے اعتبار سے نماز کا تعدیہ یہ ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر نماز جب ختم ہو جاتی ہے تب بھی متعدی رہتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ نماز، نماز پڑھنے والے کو فحشاء سے روکتی ہے متعدی نماز سے اس بات کی توقع ہو جاتی ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے کو گناہ سے روکے گی تو متعدی نماز کے لئے یہ معیار مقرر کیا ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کہ نماز ہو تو گناہ نہ ہو۔ اور اگر نماز پڑھنے کے بعد نفس کی ترغیب رہی اور یہ گناہ کی طرف چل پڑا تو یہ نماز لازمی ہے متعدی نہیں ہے اگر نماز پڑھنے والا گناہ سے رک گیا تو یہ نماز متعدی ہے نماز پڑھنے والے کے اعتبار سے۔

پھر اگر یہ نماز میں زیادہ متعدی کی صفات ہوں تو یہ اس پر ہی انحصار نہیں ہے کہ وہ نماز خود گناہ سے روکتی ہے بلکہ اگر نماز صحیح ہو جائے تو یہ نماز وہاں کے ماحول سے ٹکراتی ہے اور وہاں کے ماحول اور نماز کے مابین جنگ ہوتی ہے۔ پھر یہ نماز اصلاح، تذکیر محاسبہ اور احتساب پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی لئے آپ دیکھئے کہ

حضرت شعیبؑ نے جب اپنی قوم کو دعوت دی تو قوم نے حضرت شعیبؑ کو دیکھا کہ ان میں اور قوم میں کیا فرق ہے؟ یہ جو حلال و حرام میں اور فساد اور صلاح میں اور خدا کی اطاعت اور معصیت پر اور مسئلہ اور غیر مسئلہ پر فرق کو معلوم کیا تو ان میں سے بعض فراست والوں نے سمجھ لیا کہ ان میں یہ چیز پیدا کرنے والی ان کی نماز ہے وہ یہ سمجھ گئے اور کہنے لگے۔ یا شعیب اصلواتك۔

کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز اس سے روکتی ہے؟ اور قرآن سے ان کے اس سوال کی تردید نہیں کی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ متعدی ہونے کا دوسرا پہلو ہے۔ پہلا متعدی پہلو یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو بے حیائی سے روکتی ہے۔ پھر دوسرا متعدی پہلو یہ ہے کہ وہ نماز دوسروں کو برائی سے روکنے والی بنتی ہے۔ ورنہ حضرت شعیبؑ کی قوم ان کو نہ پہچانتی لیکن یہ پہچان لینا کہ اس نماز نے ہی حضرت شعیبؑ کو ہم سے الگ کر دیا ہے یہ متعدی پہلو ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ ہے زکوٰۃ کا ایک تو لازمی پہلو ہے کہ اس سے

فرض ساقط ہوتا ہے۔ اور دوسری متعدی پہلو یہ ہے کہ وہ سال کا تزکیہ کرتی ہے لفظ زکوٰۃ خود صاف کرنے کو بتلاتا ہے بعض نے کہا ہے کہ زکوٰۃ متزکی ہے سال کا۔ پہلے زکوٰۃ نے مال کو مزکی کیا پھر انسان کو مزکی کیا۔ اور پھر پورے ماحول کو ٹھیک کیا۔ اور پھر پورے علاقہ کے فساد کو دور کرتی ہے۔ آپس کی جنگ کو دور کرتی ہے عداوت اور دشمنی کو دور کرتی ہے۔ آپس میں صلاح پیدا کرتی ہے۔ یہ جتنی دنیا میں پارٹیاں بن رہی ہیں وہ سب مال کی حرص کا نتیجہ ہے۔ اور یہی عداوت کا سبب ہے۔ اگر دنیا کے سارے انسان مال کا تصرف صحیح کریں تو یہ تمام خطرہ اور تمام فساد اور سارے انتشار، اور یہ تمام طبقاتی عناصر اور تمام کشمکش ختم ہو جائے۔

اب آئیے حج کی طرف۔ حج لازمی بھی ہے اور حج متعدی بھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ جس کا حج مقبول ہو گیا وہ گویا ابھی پیدا ہوا ہے یہ تو اس کا لازم ہے اور حج کا تعدیہ اور نفع یہ ہے جیسے خدا فرماتا ہے۔ یشھدوا منافع لھم۔ اگر حج صحیح ہے تو وہ حج زندگی پر اثر ڈالے گا۔ حج کا اثر صرف ماضی سے ہی متعلق نہیں ہے بلکہ حال اور

مستقبل سے بھی متعلق ہے اسے بھی وہ حج متاثر کرے گا اور روحانیت میں ترقی اور حالات میں تبدیلی پیدا کرے گا۔ اور پھر وہ حج سارے مفاسد، بدمعاملگی، بے وفائیوں اور برائیوں کو دور کرنے والا ہوگا۔ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر حج ہمارا صحیح ہوتا تو دنیا کے معاملے ہی کچھ اور ہوتے۔

حج کے صحیح ہونے پر تعدیہ یہ تھا کہ پہلے حاجیوں کے قافلوں کے گذرنے پر لوگ اسلام لایا کرتے تھے اور اب معاملہ بالکل برعکس ہے۔ آج تو حال یہ ہے کہ حاجی جدھر سے گذرتا ہے حق تعالیٰ ہی معاف فرمائیں اور کوتاہیوں پر درگذر فرمائیں ان کے گذرنے پر غیر مسلم اسلام تو کیا لاتے اسلام سے ہی دوری اختیار کرلیتے ہیں گویا حج ان کے اسلام سے دور ہونے کا ذریعہ ہورہا ہے ۔ بندرگاہ پر جاکر آپ دیکھئے وہاں کے لوگ اچھے اچھے لوگوں سے بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم کو اب کسی پر بھی اعتبار نہیں رہا آپ بھی اپنی تلاشی کرلیجئے۔

اسی طرح رمضان کا بھی ایک لازم اور متعدی پہلو ہے رمضان کا لازم یہ ہے کہ حدیث میں ہے "من صام رمضان احتساباً" کہ

جس شخص نے روزہ رکھا ایمان اور احتساب کی شرط کے ساتھ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور رمضان کا تعدیہ یہ ہے کہ بعد کے مہینہ اور رمضان کے بعد کے اوقات میں بھی گناہ سے بچنا چاہئے۔ صاحب معاملہ یعنی خریدار ہیں یا بیچنے والے، حاکم ہیں یا محکوم، امیر ہیں یا غریب متعلم ہیں یا معلم، کاشتکار ہیں یا تاجر ہر حال میں یہ بات ہو کہ آپ روزہ دار کی طرح ہوں جس طرح نماز کی علامت پیشانی پر ہے اسی طرح پیشانی پر ایسا نور ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کا روزہ ہے۔ آپ کا لینا دینا اور گھر کے معاملات، اور برتاؤ بھی شہادت دے رہے ہوں اور روزہ کی تاثیر اور روزہ کی حقیقت کا کہ ہمارے روزے قبول ہیں۔ یہ روزہ کا تعدیہ ہے۔

بعض لوگ رمضان تک کا روزہ رکھ لیتے ہیں یعنی رمضان تک گناہوں سے بچ جاتے ہیں پھر رمضان کا تعدیہ ختم کردیتے ہیں گویا رمضان کی ایک شخصیت تھی پھر رمضان کے بعد دوسری شخصیت آگئی۔ یہ اوپر کا طبقہ ہے لیکن یہ بھی کوئی اعلیٰ نہیں رمضان کی نورانیت اور برکت رمضان تک باقی رہے۔ یہ تو لازمی پہلو ہے لیکن

اس کا متعدی پہلو یہ ہے کہ اس کا اثر پورے ماحول میں پہونچے اور پورے ماحول میں اس کی خوشبو پہونچے۔ اور سب کو یہ معلوم ہو کہ انہوں نے روزہ رکھا تھا۔ اور روزہ رکھنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے پیر نے اجازت دیتے وقت جو وصیت کی تھی وہ یہ تھی کہ حق کی ادائیگی کی جائے۔ چنانچہ جب دہلی آئے تو ایک طالب علم کی ایک کتاب کا حق تھا۔ کتاب خرید کر اور جلد بندھوا کر اسے حوالہ کی۔ دوسرے بزاز کے چند پیسہ تھے۔ بہت دن ہوگئے تھے۔ اسے بھی وہ پیسہ یاد نہ ہوں گے۔ اور حضرت کے پاس پیسے جمع ہونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ پھر بھی جمع کرکے لیگئے اور اسے جا کر دیا۔ اس پر اس بزاز نے جو مسلمان نہیں تھا جو بات کہی وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور دل پر لکھ لینے کے قابل ہے۔ اس نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "تم مسلمانوں کے پاس سے تشریف لا رہے ہوئے حالانکہ دہلی میں اسلامی حکومت تھی۔ اور سارے ہی مسلمان تھے لیکن ان مسلمانوں سے پہلے جو اجودھن حکومت کرنے والے تھے ان کا

بھی یہی حال تھا۔ تو مسلمان اور ان پہلے غیر مسلمان میں کوئی فرق نہیں تھا۔ تو مسلمان اور پہلے بھی یہاں تھے لیکن اب جوان کے حالات میں تبدیلی آئی ہے وہ کسی سچے مسلمان کے پاس جانے سے ہی آئی ہے۔ یہ اس غیر مسلم نے سمجھا۔ اب آج کے مسلمان کا حال بازار میں جا کر دیکھیں کہ مسلمان کے بارے میں ایک تاجر اور کاشتکار، اور بازار کے انسان کا کیا خیال ہے؟ آج ہر اعتبار سے کوئی ہمارے پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حضرات! میں کیا کہوں؟ میرا منھ تو ہے نہیں کہ کچھ کہہ سکوں۔ آج جو حالات دنیا میں ہو رہے ہیں وہ آنے والے نہیں بلکہ وہ خود ہماری مسجدوں سے باہر آگئے ہیں وہ سارے حالات غفلت کے اور الحاد اور بے دینی کے اور دینی استخفاف کے اور میں آگے بڑھ کر کہوں کہ ایسے احوال آرہے ہیں کہ مشکل سے کوئی دین پر باقی رہے۔ حدیث کے فرمان کے مطابق دین پر باقی رہنا ہتھیلی میں آگ رکھنے کے مرادف ہو گیا ہے۔ آج ہواؤں میں خود معصیت ہے۔ ہواؤں سے معصیت پھیل رہی ہے۔

اس وقت ساری دنیا کا رجحان اور بعض دنیا میں کھل کر اور بعض دنیا میں اندرونی اعتبار سے یہ احوال ہو رہے ہیں کہ دین سے بے اعتنائی کی ہوا تیزی سے چل رہی ہے اس وقت ہم جس دنیا میں قدم رکھنے والے ہیں وہ ایسا ہے کہ آنے والا زمانہ پچھلے زمانہ سے بہت سخت ہے۔ اس وقت کے لئے ہم اتنی محنت کر لیں ؟ نمازوں سے بھر لیں۔ عبادت، تلاوت، ذکر وغیرہ سے بھر لیں۔ اور خوب بھر کر لے جائیں تاکہ پورے سال، بلکہ پوری زندگی تک راسخ ہو جائے اس کی محنت کر لیں۔ یہاں اللہ کے بہت بڑے بندہ کی سایۂ عاطفت میں رہنے کی توفیق ہوئی ہے جہاں ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول کی آواز ہوتی ہے اور اس طرح ذکر ہوتا ہے جیسے شہد کی مکھیا بھنبھناتی ہوں ایسے ماحول میں خوب محنت کریں۔

بہت کم ہوں گے جو آدھا قرآن پڑھتے ہوں گے بلکہ اس سے زیادہ ہی یہاں پڑھنے والے ہوں گے ؟ ایسے ماحول میں اگر محنت کرئے ہم ایک جذبہ اور نورانیت اور بیٹری کا پاور لے کر یہاں سے گئے تو خود بھی ہم بڑے ماحول میں حفاظت سے رہ سکیں گے بلکہ اتنی

محنت کر کے جائیں گے پورا ماحول ہم سے نفع حاصل کرنے والا بنے

ایک بات تجربہ کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر رمضان جمعیت خاطر کے ساتھ گذر گیا۔ تو سارا سال جمعیت خاطر کے ساتھ گذرتا ہے۔ اور اگر رمضان انتشار کے ساتھ گذرتا ہے۔ زاد المعاد میں بھی لکھا ہے کہ صرف اتنی ہی بات نہیں ہے جو اوپر کہی گئی بلکہ بات یہ ہے کہ جمع میزان ہے ہفتہ کا، اور رمضان میزان ہے سال بھر کا۔ اور حج میزان ہے پورے عمر کا۔ جس کا رمضان اچھا گزرا اس کا پورا ہفتہ اچھا گذرے گا۔ اور جس کا حج اور اس کے ارکان اچھی طرح گذرے اس کی عمر اچھی طرح گذرے گی۔ اگر ہم نے ان اوقات کے اندر صحیح محنت کر لی تو ہم دوسروں کو بھی متاثر کر سکیں گے۔ اور آنے والے ان حالات میں جو ہندستان میں اور ہمارے علاقہ میں شدت سے پیش آنے والے ہیں اس میں بھی ہم جم سکیں گے۔

مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے انتظام ہو اس کے لئے ہتھیار ہوں اور وہ مضبوط ہوں۔ ہاتھ ہوں اور وہ مضبوط بھی ہوں ورنہ اگر ہاتھ کمزور ہوں یا ہتھیار کمزور ہوں تو مقابلہ کے وقت وہ کیا کام

دے سکے گا - تو ہتھیار بھی ہوں اور سان بھی اچھی ہو - اور ہاتھ بھی مضبوط ہوں اور جگہ بھی صحیح ہو تب ہتھیار صحیح کام کر سکتے ہیں تو اگر ہم یہاں محنت صحیح کریں گے تو وہ ناموافق حالات میں کام کرے گی بے شک نماز فحشاء سے روکنے والی ہے اور تمام لازم اور متعدی قمامیت کی حامل ہے لیکن وہ صلوۃ - ھم عن صلوتھم ساھون نہ ہو -

اور روزہ یقیناً ڈھال ہے لیکن جب تک اس کے اندر سوراخ نہ ہو - سوراخ والی ڈھال ہرگز کام نہیں دے سکتی ہے - تو محنت کر کے عبادت کے لازمی اور متعدی پہلو کو ہم حاصل کرنے والے بنیں - اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے - آمین "
